کا کامل شعور پیدا ھو جائے تو نہ صرف ھماری کایا پلٹ جائے بلکہ ساری دنیا کی حالت بدل جائے ۔ اس شعور کو زندہ رکھنے کے لئے ایک مختصر سا جملہ کافی ہے جسے روز اول ملت ابراھیمی کا شعار قرار دیا گیا ۔

ان صلاتی و نسکی و محیای ومماتی لله رب العالمین

بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا پروردگار کائنات اللہ تعالی کے لئے ہے۔

(مـــــدیـــــر)

★ ★ ★ ★ ★ ★

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:4 (1981)

شریعت اسلامی
اور
انسانی اعضاء کی پیوندکاری

پروفیسر رفیع اللہ شہاب

انسانی زندگی کو موت اور مہلک مصائب سے بچانا تاریخ انسانی کے ہر دور میں قابل قدر فریضہ سمجھا گیا ہے۔ اور جو لوگ اس فریضہ انسانیت کی بجا آوری سے سرخرو ہوئے وہ ہمیشہ نوع انسانی کے نزدیک تحسین و تبریک کے مستحق قرار پائے ۔ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے تک لاکھوں انسان خون کی کمی خصوصاً لڑائیوں میں زخموں سے بہت زیادہ خون بہہ جانے کی وجہ سے لقمہ اجل بن جاتے تھے ۔ لیکن انسانی علم نے ترقی کی اور ماہرین علم طب ، جن میں امریکی سرجن کرائل ، اسکنڈے نیویا کے ڈاکٹر جنیکی اور ڈاکٹر موس کے نام سر فہرست ھیں ، نے ایک انسان کا خون دوسرے انسان میں منتقل کرکے میڈیکل سائنس میں انقلاب برپا کر دیا ۔ اس کی مدد سے لاکھوں لوگوں کو ھلاکت کے منہ میں جانے سے بچایا جانے لگا ۔ چنانچہ آج ان علمائے طب کو ساری دنیا محسنین انسانیت کے طور پر یاد کرتی ہے۔

دین اسلام نے بھی کسی انسانی زندگی کو ھلاکت ، یا مہلک مصیبت سے بچانے کو بڑی نیکی اور تمام انسانیت کے ساتھ ایک قسم کا احسان قرار دیا ہے ، ارشاد ربانی ہے۔

و من احیاھا فکأنما احیا الناس جمیعاً ۔ (سورۃ المائدہ ۔ ۳۲)

(ترجمہ) جس نے ایک انسانی جان کو ھلاک ھونے سے بچایا

اس نے گویا ساری انسانیت کو بچا لیا ۔

لیکن ہمارے بعض اہل علم نے قرآن حکیم کے ان واضح ارشادات پر غور کرنے کی بجائے ، فقہ کی کتابوں سے غیر متعلق عبارتوں کا سہارا لیکر نہ صرف ایک انسان کے خون کو دوسرے انسان میں منتقل کرنے کو ناجائز قرار دے دیا بلکہ انسانی اعضاء کی پیوندکاری کو بھی حرام قرار دے دیا ۔

ایک انسان کے خون کو دوسرے انسان میں منتقل کرنے کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب اس انسان کی زندگی کو ہلاکت کا خطرہ لاحق ہو ۔ بعض اوقات تو ہلاکت کا یہ خطرہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ چند ثانیے کے توقف کے نتیجے میں موت واقع ہو جاتی ہے ۔ قرآن حکیم نے اس حالت کو حالت اضطرار یعنی مجبوری کی حالت سے تعبیر کیا ہے اور اس حالت میں ان حرام چیزوں کو بھی استعمال کرنے کی کھلی اجازت دی ہے جنہیں وہ بڑے واضح الفاظ میں حرام قرار دیتا ہے ؛ ارشاد ہوتا ہے :۔

انما حرّم علیکم المیتة والدّم ولحم الخنزیر وما أهل بغیر الله فمن اضطر غیر باغ ولاعاد فلا اثم علیه ۔ ان الله غفور رحیم ۔ (البقره ۔ ۱۷۳)

(ترجمہ) تم پر مردار ، خون،خنزیر کا گوشت اور جس جانور کو اللہ کے بغیر کسی دوسرے کے نام پر ذبح کیا جائے حرام قرار دیا ہے ۔ لیکن جو شخص مجبور ہو جائے نہ زیادہ چاہنے والا اور نہ حد سے بڑھنے والا ، تو اس پر (ان چیزوں سے فائدہ اٹھانے میں) کوئی گناہ نہیں ۔

قرآن حکیم نے یہاں اس امر کی کوئی تخصیص نہیں کی کہ یہ خون انسانوں کا ہوگا یا حیوانوں کا ۔ اللہ تعالی نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے ، ہمارے علماء اس کا یہ فلسفہ بیان کرتے ہیں کہ وہ کسی نہ کسی حیثیت سے انسانی جسم کے لئے نقصان دہ ہیں ۔ لیکن ان تمام برائیوں کے باوجود قرآن حکیم مجبوری کی حالت میں جان بچانے کے لئے انہیں جائز قرار دیتا ہے ۔

تمام فقہی مذاہب نے اس قرآنی اجازت کو تسلیم کیا ہے۔ بلکہ ہر فقہ کے بعض فقہاء نے تو غیر اضطراری حالت میں بھی ان حرام چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی اجازت دی ۔ حنفی فقہ کی مشہور کتاب فتاوی عالمگیری میں یہ فتوی موجود ہے :-

,,اگر بیمار کو کسی طبیب مسلمان نے خبر دی کہ تیری شفاء خون یا پیشاب پینے یا مردار کھانے میں ہے اور اس نے مباح چیزوں میں سے اس کے قائم مقام کوئی چیز نہ پائی تو اس کو پینا و کھانا جائز ہے۔ اور اگر طبیب نے کہا کہ اس سے تجھے جلدی شفا ہو جائیگی تو اس میں دو وجہیں ہیں،، (یعنی ایک جواز کی اور دوسری عدم جواز کی) ۔ (فتاوی عالمگیری اردو ایڈیشن مطبوعہ شیخ غلام علی لاہور جلد نہم صفحہ ۹۸) ۔

اضطراری کیفیت یا مجبوری کا جواز جان بچانے تک محدود تھا۔ لیکن یہاں بعض فقہاء جلدی صحت کے لئے بھی ان حرام چیزوں کو حلال قرار دیتے رہے ہیں ۔ کہ جس پر اضطراری حالت کا اطلاق نہیں کیا جا سکتا ۔ خون پینا تو اکثر صورتوں میں صحت کے لئے نقصان دہ ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں اسی خون کو آلات کے ذریعے منتقل کرنے میں ایسے نقصان کا اندیشہ نہیں ۔ اس لئے اس کی اجازت بوجہ اولی ہونی چاہئیے ۔ فقہ کی کتابوں کے ایک دوسرے مسئلے سے بھی خون کے انتقال کی تائید ہوتی ہے۔ دودھ پلانے والی عورتوں کا دودھ خون سے ہی بنتا ہے۔ بلکہ جس عورت میں خون کی کمی ہو سرے سے اس کا دودھ اترتا ہی نہیں ۔ ہمارے فقہا نے عورت کے اس دودھ کو دوا کے طور پر استعمال کرنے کی واضح اجازت دی ہے۔

,,اور دوا کے واسطے مرد کو کسی عورت کے دودھ سے ناس لینے یا پینے میں مضائقہ نہیں ،، (ایضاً) ظاہر ہے کہ یہ دودھ غیر عورتوں سے لیا جائیگا ۔ جو ضروری نہیں کہ مفت ہی دیں ۔ اس لئے فقہائے کرام نے دوسروں کے بچوں کو اجرت پر دودھ پلانے والی عورتوں پر قیاس کرتے ہوئے عورتوں کے دودھ کی خرید و فروخت کی بھی اجازت دی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ دی ہے :-

لانہ لبن طاھر منتفع بہ فجاز بیعہ کلبن الشاۃ ۔ ولانہ یجوز العوض فی اجازۃ الظئر (المغنی لابن قدامۃ جلد چہارم صفحہ ۲٦۰)

(ترجمہ) کیونکہ وہ (یعنی عورت کا دودھ) پاک ہے جس سے فائدہ حاصل کیا جاتا ہے۔ اس لئے بکری کے دودھ کی طرح اس کی فروخت جائز ہے۔ کیونکہ اجرت پر دودھ پلانا بھی تو جائز ہے۔

پھر سوال پیدا ھوتا ہے۔ کہ جان کو ھلاکت سے بچانے کے لئے ان حرام چیزوں کے استعمال کی صرف اجازت ہے یا ان کا استعمال لازمی ہے۔ فقہائے اسلام کے اس بارے میں متعدد فتاوے موجود ھیں ۔ کہ ان حرام چیزوں سے فائدہ اٹھانا فرض ہے اور جو اس شرعی اجازت سے فائدہ نہیں اٹھائیگا وہ اللہ کے نزدیک سخت مجرم قرار پائیگا اور قیامت کے دن اسے دوزخ میں ڈالا جائیگا۔

,,سئل ابو عبد اللہ عن المضطر یجد المیتۃ ولم یاکل فذکر قول مسروق من اضطرّ فلم یاکل ولم یشرب فمات دخل النار وھذا اختیار ابن حامد وذلک لقولہ تعالی (ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکۃ) و ترک الاکل مع امکانہ فی ھذا الحال القاء بیدہ الی التہلکۃ (المغنی لابن قدامۃ جلد ۸ صفحہ ۵۹٦)

ترجمہ) عبد اللہ سے ایسے مضطر (مجبور شخص) کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ جسے جان بچانے کے لئے مردار کا گوشت دستیاب تھا ۔ لیکن اس نے نہ کھایا تو انہوں نے مسروق کا یہ قول نقل کیا کہ جس شخص کی حالت (بھوک کی وجہ سے) اضطراری تھی لیکن اس نے (مردار کا گوشت) نہ کھایا اور نہ (حرام چیز) پی ۔ اور اسی حالت میں مر گیا تو وہ قیامت کے دن دوزخ میں ڈال دیا جائیگا ۔ اور یہی ابن حامد کی رائے ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے۔ کہ تم اپنے آپ کو ھلاکت میں نہ ڈالو ۔ اور ایسی حالت میں (مردار) کے کھانے کو ترک

کرنا اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے۔

فقہائے کرام کی ان تصریحات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ کسی انسانی جان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے خون کے انتقال کی نہ صرف یہ کہ اجازت ہے۔ بلکہ ایسا کرنا شرعاً واجب ہے اور اس پر عمل نہ کرنے والا گناھگار ہوگا۔

انسانی اعضا کی پیوندکاری

انتقال خون سے بھی زیادہ اہم معاملہ مکمل انسانی اعضاء کی پیوندکاری کا مسئلہ ہے۔ علم طب اس حد تک ترقی کر چکا ہے کہ مردہ انسانوں کے اعضاء زندہ انسانوں کو بدل دیئے جاتے ھیں۔ اس علم کی بدولت ہزاروں بصارت سے محروم افراد کو مردوں کی آنکھیں پیوند کرکے ان کی بینائی لوٹائی جا چکی ہے۔ لیکن انسانی احترام کے پیش نظر اس بات کا اہتمام کیا جاتا ہے کہ مردہ ، ایسا کرنے کی اجازت اپنی موت سے پہلے دے دے۔ چنانچہ قریب المرگ یا کسی جرم میں موت کی سزا پانے والے مجرموں سے ان کی موت سے پہلے ان کے بعض اعضاء خاص طور پر آنکھوں کو بطور عطیہ دینے کی اپیل کی جاتی ہے۔ اگر وہ انسانیت پر احسان کرتے ہوئے اس کی اجازت دے دیں تو پھر ان کے متعلقہ عضو سے ، جسے موت کے بعد فنا ہو جانا ہے ، فائدہ اٹھا لیا جاتا ہے۔ ابھی تک کسی معاشرے نے بغیر اجازت مردے کے اعضاء سے فائدہ اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ اکثر اسلامی ملکوں نے خون کے انتقال کے مسئلے کے ساتھ ھی اس اہم مسئلے کو حل کر لیا تھا۔ لیکن ہم ابھی تک اس بارے میں فقہی موشگافیوں میں سرگرداں ھیں۔ آج سے ساٹھ ستر سال پہلے مصر میں علماء کی ایک مجلس جس میں علامہ رشید رضا بھی موجود تھے ، یہ مسئلہ پیش ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے کہ اس پر اجتہادی رائے ظاہر کی جائے۔ ہمارے فقہائے کرام نے تو صدیوں پہلے اس مسئلے کا واضح حل پیش کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ اس مقصد کے لئے انہوں نے انسانی اعضاء کی خرید و فروخت کی بھی اجازت دے دی تھی بشرطیکہ اس سے انسانیت کو فائدہ پہنچ سکے۔ چنانچہ اس کی تائید میں انہوں نے حنبلی فقہ

کی مشہور کتاب المغنی کی جلد چہارم کھول کر رکھ دی۔ المغنی کے مصنف ابن قدامة کی وفــــات ۶۲۰ ھ میں ہوئی تھی۔۔ اس کتاب میں اس اہم مسئلے پر یہ فقہی رائے دی گئی تھی۔

,,وسائر اجزاء الآدمی یجوز بیعها فانه یجوز بیع العبد والامة۔ وانما حرّم بیع الحر لانه لیس بمملوک و حرّم بیع العضو المقطوع لانه لا نفع فیه۔ (المغنی لابن قدامة جلد چہارم صفحہ ۲۶۰)

(ترجمہ) اور انسان کے تمام اجزاء کی فروخت جائز ہے۔ کیونکہ غلام اور لونڈی کی فروخت جائز ہے۔ اور آزاد آدمی کی فروخت اس لئے جائز نہیں کہ وہ کسی کی ملکیت نہیں۔ اور انسان کے قطع کردہ عضو کی فروخت کی بھی اجازت نہیں کیونکہ اس میں کوئی نفع نہیں۔

علامہ رشید رضا نے اس فقہی رائے کے آخری حصے پر نیچے فٹ نوٹ میں یہ وضاحت کی :۔

,,انه یجوز بیعهٗ اذا انتفع به وهذا حاصل فی عصرنا فی الجلد تسلخ قطعة و یرقع بها البدن فی غیر ذلک» ۔ (ایضاً)

(ترجمہ) یعنی انسان کے اعضاء کی فروخت اس وقت جائز ہے جب ان سے نفع اٹھایا جائے اور یہ ہمارے زمانے میں ممکن ہو گیا ہے۔ جبکہ جلد سے ایک قطعہ کاٹ کر اس سے بدن میں پیوندکاری کر دی جاتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ رشید رضا کا شمار زمانہ جدید کے روشن خیال علماء میں کیا جاتا ہے۔ لیکن اس روشن خیالی کے باوجود وہ اسلامی فقہ کے بارے میں ایک قدیم کتاب المغنی لابن قدامة کو بہت پسند کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ یہ کتاب اپنے وقت کی سیاست سے متأثر نہیں ہوئی تھی اس لئے ہر وقت اسے اپنے پاس رکھتے تھے اور اسے زمانہ جدید کے تقاضوں کے مطابق بنانے کے لئے اس کا ایک نیا ایڈیشن شائع کرایااور جہاں‌جہاں محسوس کیا ان مسائل کی وضاحت

زمانے جدید کی روشنی میں کر دی جیسا کہ انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے بارے میں ان کی رائے اوپر گزر چکی ہے۔

انسانی اعضاء سے فائدہ اٹھانے کے سلسلے میں شافعی مذہب دوسرے تمام مذاہب فقہ کی نسبت زیادہ ترقی پسندانہ ہے۔ اور وہ اتنا ترقی پسندانہ ہے کہ شاید آج کل کے ترقی پسندانہ دور میں بھی اسے آسانی سے قبول نہ کیا جا سکے۔ شافعی مذہب کی مشہور کتاب شرح المهذب میں یہ ترقی پسندانہ فقہی رائے ان الفاظ میں دی گئی ہے :-

ان اضطرّ ولم يجد شيئا فهل يجوز له ان يقطع شيئا من بدنه وياكله، فيه وجهان ـ قال ابو اسحاق يجوز، لانه احياء نفس لعضو فجاز كما يجوز ان يقطع عضواً اذا وقعت فيه الآكلة لاحياء نفسه ـ (شرح مهذب، از امام نووی مطبوعہ مصر جلد نہم صفحہ ۴۱)

(ترجمہ) اگر کوئی شخص مجبور ہو گیا اور جان بچانے کے لئے کھانے کے لئے کچھ نہ پائے تو کیا اس کے لئے جائز ہے۔ کہ وہ اپنے جسم کا کوئی ٹکڑا کاٹ لے اور اسے کھائے ـ اس بارے میں دو رائیں ہیں اور ابو اسحاق نے فرمایا کہ اس کے لئے ایسا کرنا جائز ہے۔ کیونکہ اس سے ایک عضو کے ذریعے پورے جسم کو زندہ رکھا جا رہا ہے اور یہ عضو کاٹنا اس طرح جائز ہے جس طرح کہ کسی عضو میں ناسور پیدا ہو جائے تو پوری جان بچانے کے لئے اس بیمار عضو کو کاٹ دیا جائے۔

تاہم حنفی فقہ کے فقہاء نے انسانی اعضاء سے اس قسم کا فائدہ اٹھانے سے منع کیا ہے۔ فتاوی عالمگیری میں ہے۔

الانتفاع باجزاء الآدمی لم يجز قيل للنجاسة و قيل للكرامة . وهو الصحيح كذافي جواهر الاخلاطی ـ (فتاوی عالمگیری مطبوعہ مصر جلد پنجم صفحہ ۳۹۰) باب التداوی من الحظر و الاباحة)

(ترجمہ) آدمی کے اجزاء سے فائدہ اٹھانا جائز نہیں ـ بعض

فقہاء نے کہا کہ اس فیصلے کی وجہ انسان کی نجاست ہے۔
جبکہ بعض کے نزدیک اس فیصلے کی بنیاد انسان کی کرامت ہے۔
اور یہی صحیح ہے جواھر اخلاطی میں ایسا ھی بیان ھوا ہے۔

خیال رہے کہ مختلف فقہی مذاھب کے فقہائے کرام کی انسانی اجزاء کے استعمال کی جواز یا عدم جواز کی بحث کا تعلق زندہ انسانوں سے ہے۔ لیکن جیسا کہ گزشتہ سطور ھیں واضح کیا جا چکا ہے آج کل میڈیکل سائنس نے انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے سلسلے میں اپنا دائرہ کار صرف مردہ انسانوں تک محدود رکھا ھوا ہے۔ اور زندہ انسانوں کو مہلک مصیبتوں سے بچانے کے لئے مردہ انسانوں کے اعضاء کی پیوندکاری کی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں بھی جیسا کہ اسلام کی تعلیمات ھیں مرذہ انسان کا پورا احترام ملحوظ خاطر رکھا جاتا ہے۔ یعنی اس کے اعضاء جو موت کے بعد فنا ھو جائینگے ان کے استعمال کے لئے موت سے پہلے قریب المرگ شخص سے باقاعدہ تحریری اجازت حاصل کی جاتی ہے۔ اب یہ اس مرنے والے شخص پر منحصر ہے کہ اگر وہ انسانیت کی بھلائی کے لئے اس قسم کی اجازت دیتا ہے تو اس میں حرج کی کیا بات ہے۔ مردہ کی وہ آنکھیں جو چند دنوں کے بعد فنا کی نذر ھو جائینگی ، اگر اس سے کسی آنکھوں سے محروم شخص کو بینائی مل جائے تو جیسا کہ قرآن مجید میں مذکور ہے وہ شخص ضرور قیامت کے دن اجر کا مستحق ھوگا۔ اس سلسلے میں سورۃ المائدہ کی بتیسویں آیت مضمون کے شروع میں پیش کی جا چکی ہے۔

شافعی اور حنبلی مذھب کے فقہی فیصلے جن میں سے کچھ اوپر نقل کئے جا چکے ھیں انسانی اعضاء کی پیوندکاری کی واضح اجازت دیتے ھیں۔ خود حنفی فقہ کی کتابوں میں بھی ایسی کئی مثالیں موجودھیں، کہ جن میں زندہ نفس کو بچانے کے لئے مردہ جسم کے اعضاء کو کاٹنے کی واضح اجازت دی گئی ہے۔ فتاوی عالمگیری میں اس مسئلے کو ان الفاظ میں پیش کیا گیا ہے۔

,,فتاوی ابو اللیث میں مذکور ہے کہ عورت مر گئی اور وہ حاملہ تھی۔ اور یقین ھوا کہ اس کے پیٹ کا بچہ زندہ ہے۔ تو عورت مذکوز کا پیٹ بائیں

طرف سے چاک کیا جائے اسی طرح اگر گمان غالب ہو کہ اس کے پیٹ کا بچہ زندہ ہے تو بھی یہی حکم ہے۔ یہ محیط میں ہے۔ (فتاوی عالمگیری اردو مطبوعہ لاہور جلد نہم صفحہ ۱۰۷)

اس فقہی رائے سے یہ حقیقت بھی سامنے آتی ہے کہ بچے کے زندہ ہونے کا یقینی ثبوت نہ بھی ہو تو گمان غالب پر بھی عورت کا پیٹ چاک کیا جا سکتا ہے۔ یعنی ایک ایسے نفس کو بچانے کے لئے کہ جس کی زندگی کا پورا یقین نہیں ایک مردہ کے عضو کو کاٹنے کی اجازت دی گئی ہے اور اس کے لئے مردہ سے بھی کوئی اجازت نہیں لی گئی اور نہ ہی فقہاء نے اس اجازت کی کوئی شرط عائد کی ہے۔ اس کے برعکس موجودہ دور کا عملی مسئلہ اس سے کئی درجے کم حیثیت کا حامل ہے۔ کیونکہ اس میں ایک یقینی زندہ انسان کو ہلاکت سے بچانے کے لئے کسی مردہ انسان کا عضو، اس کی تحریری اجازت کے بعد پیوند کیا جاتا ہے۔

یہی نہیں بلکہ ہمارے فقہائے کرام نے ایک زندہ نفس کو بچانے کے لئے کسی ایسے مردہ نفس کہ اس کی موت کا پورا یقین بھی نہیں، کے اعضاء کے ٹکڑے کرنے کی اجازت دی ہے۔ یہ فتوی بھی فتاویٰ عالمگیری سے ہی ملاحظہ ہو۔

"اور اگر کسی حاملہ کے پیٹ میں بچہ معترض ہو گیا۔ یعنی بینڈا ہو کر چوڑان میں پڑ گیا۔ اور لوگوں کو بچہ کے نکالنے کی کوئی راہ نہ معلوم ہوئی سوائے اس کے کہ بچہ کے عضو عضو جدا کئے جاویں۔ اور اگر ایسا نہیں کرتے ہیں تو ماں کی جان کا خوف ہے تو مشائخ نے فرمایا کہ اگر بچہ پیٹ کے اندر مر گیا تو ایسا کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں"۔ (ایضاً صفحہ ۱۰۷)

حنفی فقہائے کرام کے یہ فیصلے بڑے واضح ہیں۔ ان میں کسی بھی زندہ نفس کو ہلاکت سے بچانے کے لئے مردہ نفس کی اجازت کے بغیر اس کے اعضاء کے کاٹنے اور ٹکڑے کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس زمانے میں میڈیکل سائنس مصیبت زدہ انسانوں کو دائمی دکھ اور تکلیف سے بچانے کے لئے انسانی

اعضاء کی جو پیوندکاری کر رهی ہے تو اس کا دائرہ کار صرف مــــردہ انسانــــوں تک محدود ہے کہ جو اپنی موت سے پہلے انسانیت کے نفع کے لئے اپنے جسم کے بعض اعضاء استعمال کرنے کی اجازت دیتے هیں ۔ یہ اعضاء موت کے چند دنوں کے بعد فنا هو جاتے هیں ۔ لیکن اگر کسی مرنے والے نے اپنے عطیئے سے کسی دوسرے قریب المرگ انسان کو زندہ کر دیا تو وہ قرآن حکیم کے اس ارشاد کے مطابق اللہ تعالی کے نزدیک ضرور اجر کا مستحق هوگا ۔

و من احیاها فکانما احیا الناس جمیعاً (سورۃ المائدہ ۳۲)

(ترجمہ) جس نے ایک انسانی جان کو هلاکت سے بچایا ۔ اس نے گویا ساری انسانیت کو بچا لیا) ۔

فقہ کی کتابوں سے غیر متعلق حوالے دیکر کسی مرنے والے انسان کو اس اجر سے محروم نہیں کرنا چاهیئے جس کا وعدہ اللہ تعالی نے قرآن مجید میں کر رکھا ہے ۔

★ ★ ★ ★ ★ ★

Fikr-o-Nasar (Islamabad) 19:4 (1981)

عہد نبوی کے دو قدیم سیاسی و معاشرتی ادارے
عرافہ و نقابہ

محمد یوسف فاروقی

مدینہ منورہ میں مملکت اسلامیہ کے قیام میں بیعت عقبہ سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے ، یہی وجہ ہے کہ حضرت کعب بن مالکؓ بیعت عقبہ کو غزوہ بدر پر ترجیح دیتے ہیں (۱) بیعت عقبہ اولی کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر کو اپنا خصوصی نمائندہ بنا کر اهل مدینہ کے پاس بھیجا تاکہ وہ مدینہ منورہ کے لوگوں میں دعوت دین کا کام کریں ، ان کی اعانت کے لئے حضرت عبد اللہ بن ام مکتومؓ کو بھی روانہ فرمایا ۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ نے بڑے موثر انداز میں دعوت دین کا کام شروع کیا ۔ وہ لوگوں کی طبیعت اور مزاج کو سمجھ کر ان سے گفتگو فرماتے اور مخاطب کی حیثیت اور مبلغ علم کو پیش نظر رکھتے ہوئے مدلل انداز میں اسلام کی دعوت پیش کرتے ، ان کی کوششوں سے بہت جلد ایک اچھا خاصا طبقہ مسلمان ہو گیا ۔

عام لوگوں میں دعوت دین کا کام اس قدر مشکل نہیں ہوتا جتنا ان لوگوں میں مشکل ہوتا ہے جو سیاسی قیادت یا حکومت و اقتدار کے مالک ہوں ۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ کا کمال یہ تھا کہ انہوں نے سیاسی قیادت اور قبائلی اقتدار رکھنے والوں کو بھی متاثر کیا ، چنانچہ سرداران اوس و خزرج بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے ۔

بعثت کے تیرھویں سال حضرت مصعب بن عمیرؓ ایک بہت بڑا وفد لے کر

مکہ مکرمہ تشریف لائے اس وفد میں اوس و خزرج دونوں قبیلوں کے افراد تھے ، ان لوگوں نے عقبہ کے مقام پر وہ تاریخی معاہدہ کیا جو بیعت عقبہ ثانیہ کے نام سے مشہور ہے ، یہی بیعت مملکت اسلامیہ کا سنگ بنیاد تھی ۔ اسی سال رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی ، مدینہ منورہ میں ہجرت کے بعد آپ نے بہت سے اہم اقدامات کئے تاکہ یہاں باقاعدہ ایک منظم حکومت قائم ہو سکے اور ملت اسلامیہ میں مستحکم اجتماعیت اور مضبوط وحدت بھی قائم ہو سکے ؛ میثاق مدینہ اور عمل مواخاۃ اسی سلسلہ کی اہم کڑیاں ہیں (۲) ، ان نئے اقدامات کے ساتھ رسول اکرم ﷺ نے بعض ان سیاسی اداروں کو بعض ضروری ترمیموں کے ساتھ برقرار رکھا جو عربوں میں پہلے سے رائج تھے اور عربوں کے معاشرتی اور سیاسی ارتقاء کے لئے ناگزیر تھے ، مثلاً عرافہ اور نقابہ ۔ اس وقت ہمارے پیش نظر صرف انہی دو سیاسی اداروں پر روشنی ڈالنا مقصود ہے ۔

عرافہ اور نقابہ قدیم ادارے تھے اور عرب معاشرہ میں بہت اہمیت رکھتے تھے ۔ عرفاء اور نقباء کے ذریعہ حکومت کا عام لوگوں سے تعلق برقرار رہتا تھا اور یہ نمائندے اپنے اپنے حلقے کے لوگوں کے حالات و ضروریات سے حکومت کو باخبر رکھتے تھے ۔

عریف ایک چھوٹے حلقہ کا نمائندہ ہوتا تھا ، ہر قبیلہ میں دس دس افراد پر ایک عریف مقــرر ہوتا تھا (۳) عام طور پر قبیلہ میں سے تجربہ کار ذہین اور صاحب ثروت شخص کو عریف منتخب کیا جاتا تھا جو نہ صرف اپنے حلقہ کے لوگوں کے معاملات کی دیکھ بھال کر سکتا ہو بلکہ دیگر قبائل اور جماعتوں کے ساتھ تعلقات اور معاملات میں اپنے حلقہ کے لوگوں کے حقوق کی حفاظت بھی کر سکے ۔ لسان العرب اور قاموس میں عریف کی تعریف اس طرح کی گئی ہے ۔

هوالقيم باموور القبيلة او الجماعة من الناس يلي امور هم ويتعرف الامير منه احوالهم(۴)

یعنی عریف قبیلہ یا جماعت کا ذمہ دار فرد ہوتا ہے ، جن لوگوں